ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

اسلامی ممالک کی اقتصادی غلامی کا اسلامی حل

"ISLAMIC SOLUTION TO THE ECONOMIC SLAVERY OF ISLAMIC COUNTRIES"

***Dr. Syed Mehmood Ahmad Hasnain, **Syed Muhammad Saqib Gilani,**
*****Dr. Hafiz Abdul Majeed**

*Assistant Professor , University of Education Lahore
**Ph.D Scholar , University of Lahore, Lahore
***HOD, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University D.I.Khan.

ABSTRACT:

The biggest problem of man in modern times is economic financial situation. Due to poverty and scarcity, man goes into slavery. History is full of countless examples of which colonial powers used weak countries for their economic domination.Who created companies, established monopolies, weakened institutions and then kept them in chains of slavery for centuries. Who does not know that the British East India Company, Dutch East India Company and French East India Company not only destroyed the freedom of Asia in the name of trade but also wiped their hands of their resources. Dependence on global powers artificially inflates prices ،ignoring the collective interests of the people! Natural resources, local arts and indigenous cultures are destroyed just for the sake of wealth. The biggest challenge for Europe and the United States to keep trade and investment in their favor today is, to allocate raw materials from developing countries for their industry. A net of so-called financial aid was laid by IMF and the World Bank. This aid was given to the such countries of the world those were slaves of Europe and America. Islamic countries should strengthen their regional economic organizations. Islamic countries can develop rapidly by benefiting from each other's experiences, expertise and technology n may establish an international market based on universal Islamic principles of trade. In the article under review, an attempt has been made to prove that if Muslim countries conduct their economic affairs according to Islamic principles of trade, it will not only create economic stability at the global level, but also bring peace and order to humanity.

Keywords: economic slavery, Islamic countries, investment, trade, financial aid.

عصر حاضر میں انسان کا سب سے بڑا مسئلہ اقتصاد و معیشت کی تباہ حالی ہے۔ غربت و افلاس کی وجہ سے لوگ اپنے جیسے لوگوں کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ استعماری طاقتوں نے ہمیشہ اپنے اقتصادی تسلط کے لئے کمزور ممالک میں تجارتی کمپنیاں بنا کر اجارہ داریاں قائم کیں۔ ریاستی اداروں کو زیر کرکے صدیوں تک انہیں اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ اس کی واضح مثالیں پاک وہند میں برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی(British East India Company)، ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی (Dutch East India Company)اور فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی (French East India Company)نے تجارت کے نام پر نہ صرف یہاں کی آزادی کو سلب کیا بلکہ ان کے وسائل پر بھی خوب ہاتھ صاف کیا۔

عالمی طاقتیں محض دولت کے حصول کے لیے قدرتی وسائل، مقامی فنون اور آبائی ثقافتوں کو تباہ کرتی ہیں۔ اقتصادی عالمگیریت کی وجہ سے غریب بالخصوص اسلامی ممالک امیر ملکوں کی محض منڈیاں بن کر رہ گئی ہیں۔ عصر حاضر میں تجارت اور سرمایہ کاری کے توازن اپنے حق میں برقرار رکھنے کے لیے ترقی پذیر ممالک کے خام مال کو اپنی صنعت کے لیے مختص رکھتی ہیں۔ بطور چیلنج اس مقصد کے حصول کے لیے عالمی مالیاتی اداروں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے ذریعے نام نہاد مالیاتی ''امدادوں'' کا جال بچھا کر صرف ان ممالک کو دی جاتی ہے جو ان ممالک کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ یوں وہ نہایت عیاری کے ساتھ کمزور ممالک کو اقتصادی غلامی میں جکڑتے ہیں۔ اسلامی ممالک وہ باہمی تجارت اور معاشی تعاون کو فروغ دے کر ایک ایسی اسلامی بین الاقوامی مارکیٹ جو تجارت کے آفاقی اسلامی اصولوں پر استوار ہو تشکیل دے کر ان کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔

مسلم ممالک اگر اسلامی اصولِ تجارت کے مطابق اپنے اقتصادی امور کو سرانجام دیں تو اس سے نہ صرف عالمی سطح پر معاشی استحکام قائم ہو گا بلکہ پوری انسانیت کے لئے امن و امان کا سامان بھی ہو گا۔

اسلامی ممالک کی اقتصادی غلامی کا تاریخی پس منظر

غلامی کی بنیادی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ غربت ہے۔ لوگ اپنی بنیادی ضروریات کی تلاش میں در بدر پھرتے ہیں، محض دو وقت کی روٹی کی خاطر غلامی میں جکڑ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام سے قبل اقتصادی، سماجی زندگی عام طور پر غلام کے کاندھوں پر قائم تھی اور سوسائٹی کا بڑا حصہ غلاموں پر مشتمل تھا۔

جب دین حنیف اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی، مثلا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَO وَمَآ اَدْرٰ کَ مَا الْعَقَبَةُO فَکُّ رَقَبَةٍO اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍO﴾()

ترجمہ: وہ تو (دینِ حق اور عملِ خیر کی) دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہواO اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ وہ (دینِ حق کے مجاہدہ کی) گھاٹی کیا ہےO وہ (غلامی و محکومی کی زندگی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہےO یا بھوک والے دن (یعنی قحط و اَفلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت لوگوں کو)

کھانا کھلانا ہے (یعنی ان کے معاشی تعطل اور ابتلاء کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے)o

اسلام کا اقتصادی نظام مفاد پرستی، خود غرضی اور حرص و ہوس ہے۔ یہ معاشی بے اعتدالیوں اور ناہمواریوں کو ختم کر کے معاشرے کے اجتماعی مفادات کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ حضور نبی اکرمa نے تاجروں کو نیکی اور صدقہ وخیرات کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ.(1)

"تاجر لوگ قیامت کے دن گنہگار کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے مگر جو شخص گناہ سے بچتا رہا اور نیکی اور صدقہ وخیرات کرتا رہا (اس کا حشر ان کے ساتھ نہیں ہوگا)۔"

دور جاہلیت میں روز مرہ خدمات لینے کے لئے دوسرے ممالک سے غلام در آمد کئے جاتے تھے۔ دور جاہلیت میں معاشرتی زندگی میں اقتصادی اور نظم معاشرہ کے لئے غلام لازمی حصہ تھے وہ تاجروں کے دست راست ہوتے اور دولتمندی کا بڑا ذریعہ تھے اور اسی طرح وہ محنت مزدوری کر کے اپنے آقاؤں کا پیٹ پالتے تھے اور زمانہ امن وہ اپنے سرداروں کی حفاظت پر مامور ہوتے اور جنگ کی صورت میں ان کی طرف سے دفاع کرتے۔ جواد علی رقمطراز ہیں:

وقد كانت بمكة جالية كبيرة من أصل إفريقي عرفت ب"الأحابيش"، وهم سود البشرة، اشتراهم أثرياء مكة للعمل لهم في مختلف الأعمال ولخدمتهم.(2)

ترجمہ: مکہ مکرمہ میں غلاموں کو بڑی تعداد کا تعلق افریقہ سے تھا جنھیں 'احابیش' کہا جاتا وہ کالے رنگ کے تھے جنھیں مکہ مکرمہ کے صاحب ثروت لوگ کام کاج میں خدمات لینے کی غرض سے خریدتے۔

1۔سیاسی و معاشی تسلط کے لئے مقتدر قوتوں کی باہمی کشمکش

انگریز نے جب ہندوستان میں تجارت کی غرض سے قدم رکھا تھا تو کسی طرح بھی ان کے اپنے معاشرے سے زیادہ پسماندہ نہیں تھا۔ ہندوستان کا معاشرہ اس وقت ہر لحاظ سے خود کفیل تھا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں کھڈی کی صنعت وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی تھی۔ جہاز سازی، فولاد کی بھٹیاں اور دیگر چھوٹی صنعتیں ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائی جاتی تھیں۔ یہ نہ تو بیرونی مصنوعات کی در آمد کا محتاج تھا اور نہ ہی اس کو اپنا خام مال بر آمد کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کے پاس فروخت کرنے کے لئے عمدہ مصالحوں کے علاوہ تیار شدہ کپڑا اور دوسری مصنوعات تھیں، لیکن در آمد کرنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

بقول ڈاکٹر فیروز احمد ایسی صورت تحال میں انگریز تاجر کو ہندوستانی مال کے عوض فقط سونا اور چاندی دینا پڑتا تھا جس سے تجارت کا توازن یک طرفہ ہوگیا تھا۔ وسطی امریکہ میں کی جانے والی غلاموں کی تجارت سے انگریز نے جو چاندی حاصل کی تھی وہ زیادہ تر ہندوستانی مال کو خریدنے میں صرف ہو جاتی تھی۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے انگریز تاجروں نے نت نئی ترکیبیں سوچیں۔ ایک تو انہوں نے اپنے مقامی ایجنٹ مقرر کئے جنھیں گماشتہ کہا جاتا تھا۔ یہ گماشتے دھوکہ، فریب اور تشدد کے ذریعہ دستکاروں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی اشیاء کو بازار کے بھاؤ سے ۱۵ سے لے کر ۴۰ فیصدی کم قیمت پر انگریزوں کو فروخت کریں۔ انگریز اس خدمت کے عوض گماشتوں کو کمیشن دیتے تھے۔ دستکاروں کے استحصال میں دوسرا مقامی طبقہ جو انگریز تاجروں کا معاون تھا وہ تھا بنیا طبقہ جس سے مفلس دستکار سود پر قرضہ لینے پر مجبور ہوگیا تھا۔(3)

سامراج نے کس طرح سیاسی تسلط کے ذریعے تجارتی قوانین بنائے اور پھر غریب نو آبادیوں کا استحصال کیا، اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر مبشر حسن لکھتے ہیں:

"برطانوی سامراج کی طرف سے سیاسی تسلط کے زور پر معاشی استحصال کا سلسلہ قائم کیا گیا۔ نو آبادیوں سے خام مال خریدا گیا، برطانیہ بھیجا گیا اور وہاں ان کو مصنوعات میں تبدیل کیا گیا اور پھر نو آبادیوں میں فروخت کرنے میں بے حد منافع کمایا گیا۔ مقامی کرنسی اور برطانوی پونڈ کے درمیان تبادلے کی شرح بے انصافی سے مقرر کی گئی... سرکاری احکامات جاری کیے گئے کہ نو آبادیوں میں حکومت کی تمام خرید میں برطانوی مال کو فوقیت دی جائے گی اور اگر یہ نہ ملے تو جرمنی یا امریکہ کا مال خریدا جائے گا...... برطانیہ کی پوری تجارت برطانوی جہازوں میں کی گئی اور اس ذریعے سے بھی نو آبادی ملکوں کی دولت لوٹی گئی۔ نو آبادیوں سے قیمتی دھاتیں سونا، چاندی، ہیرے جواہرات کے ذخائر سرکاری تحویل میں لے لیے گئے یا ان کو نکالنے کی اجازت صرف سامراجی ملکوں کی کمپنیوں کو دی گئی۔"(4)

سرمایہ دارانہ نظام کی بدولت اقوام عالم پر جو اثر ہوا اس حوالے سے جمیل عمر کا کہنا ہے:

"سرمایہ دارانہ توسیع کی صدیوں میں طویل لہر کے باعث جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کے نتیجے میں تمام دنیا سرمایہ دار ملکوں کے حلقہ اثر میں آگئی اور نو آبادیاتی ممالک عالمی سرمایہ داری نظام کا بیرونی حلقہ بن گئے۔ اس بیرونی حلقے میں فریب اور قوت کے بل پر قائم کردہ نئے اداروں اور نئی طبقاتی صف بندیوں نے اقوام عالم کی ایک مستقل درجہ بندی کر دی۔ ایک ایسی درجہ بندی جس میں مرکز اور بیرونی حلقے کے معیار زندگی، ٹیکنالوجی کی سطح اور فرد کے لیے ترقی کے مواقعوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ در حقیقت صدیوں پر محیط نو آبادیاتی نظام کی پیدا کردہ یہ تبدیلیاں اس قدر گہری تھیں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد بڑے پیمانے پر نو آبادیاتی ممالک کی آزادی کے باوجود بیرونی حلقے کی قوموں کا سرمایہ داری نظام کے مرکزی ممالک پر مستقل معاشی انحصار جاری رہا۔"(5)

پچھلی کئی دھائیوں سے عالمی سپر طاقتیں کمزور ممالک پر نظریاتی اور اقتصادی بالادستی قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ مشرق وسطی کی صورت حال اس کا بین

ثبوت ہے۔

دنیائے عالم میں نفسا نفسی کا دور دورہ ہے بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو نگلنے کی کوشش کر رہی ہیں کمزوروں کو دبایا جا رہا ہے، مظلوموں پر تشدد کیا جا رہا ہے، غلاموں کو نیست و نابود کیا جا رہا ہے، آزادی کی تحریکوں کو کچلا جا رہا ہے اور انسانوں کی لاشوں پر اقتدار حاصل کیا جا رہا ہے پوری دنیا میں ہمسایوں پر برتری حاصل کرکے انہیں غلام بنانا، دوسروں کے علاقوں پر قابض ہونا وار دوسروں کو نیچا دکھانے کی جو روش چل نکلی ہے وہ انتہائی تباہ کن ہے اور یہ تباہی دنیا کے خاتمہ کی آخری کڑی ہے۔(6)

برطانیہ نے مسلم ریاستوں کو کمزور کرنے کے لیے اپنے تاجروں کی وساطت سے وہاں کے باغی گروپوں کو ابھارااور اس طرح افریقہ اور ایشیا کے انتظامی ڈھانچے کو غیر موثر کرکے اپنے مفادات کو محفوظ کیا۔ اس بارے میں سید عظیم لکھتے ہیں:

"برطانیہ نے جب ان نو آبادیوں کی منڈی کو ہڑپ کرنے کا منصوبہ بنایا توان کی آزادی کی تحریکوں کی حمایت شروع کر دی۔اس کے لیے برطانیہ نے باغی حکومتوں کو اپنے تاجروں کی وساطت سے قرضے اور سپلائی دینا شروع کر دی۔برطانیہ نے انتہائی مہارت کے ساتھ اپنے تجارتی مفادات کے لیے ان نو آزاد ملکوں کی حکومتوں کے ساتھ تجارتی معاہدے کرنے شروع کر دیے۔ جلد ہی یہ علاقہ برطانوی تاجروں کی جنت بن گیا اور اس نے وہاں برآمدات کے ڈھیر لگادیے۔اس سے ان ملکوں کی چھوٹی موٹی صنعت زوال کا شکار ہوگئی۔یوں برطانیہ کی "آزاد تجارت" ان نو آزاد ملکوں کی ایک نئی شکل میں صدیوں کی غلامی کو بڑھاوادے گئی۔"(7)

مولانازاہدالراشدی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اس استعماری ذہنیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت اور محصولات کے نظام میں شرکت کے ذریعہ کنٹرول حاصل کیا تھا اور فلسطین میں یہودیوں نے زمینوں کی وسیع پیمانے پر خریداری کے ذریعے سے قبضے کی راہ ہموار کی تھی۔اس پس منظر میں یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ایک طرف پاکستان کی صنعت و تجارت پر کنٹرول حاصل کر کے قومی معیشت کو بین الاقوامیت کے جال میں مکمل طور پر جکڑنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں اور دوسری طرف "کارپوریٹ ایگریکلچر فارمنگ"(corporate agriculture farming)کے نام پر پاکستان کی زمینوں کی وسیع پیمانے پر خریداری کر کے اس ملک کے باشندوں کو اپنی زمینوں کی ملکیت کے حق سے بھی محروم کر دینا چاہتی ہیں۔"(8)

2۔تجارتی کمپنیوں کی آڑ میں مسلم ممالک کی سیاسی واقتصادی غلامی

بادی النظر میں بین الاقوامی تجارت اقوام کی معاشی ترقی اور خوشحالی کا باعث ہے لیکن بعض قوموں نے تجارتی روپ میں اس فطری ضرورت کا بہت غلط استعال کیا۔ استعماری طاقتوں نے اس کے ذریعے کمزور وناتواں اقوام کو اپنا غلام اور دست نگر بنایا۔ یہ بھیانک کھیل دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف قوموں کے ساتھ کھیلا گیا۔ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی پاک و ہند کی آزادی سے قبل تجارت کے نام پر استعماری اور استحصالی طاقتوں کے طریقۂ وارادات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہندوستان جیسا بڑا ملک اور ایشیا و یورپ کے دوسرے چھوٹے بڑے ملک آج غیروں کے استبداد اور مظالم کے شکار اسی راہ سے ہوئے ہیں۔ انگریزوں کے ہاتھ میں ہندوستان تجارت ہی کی راہ سے آیا۔ مصر پر اسی اجارہ داری کے نام سے قبضہ کیا گیا۔ ایران کی سابقہ غلامی تیل کی تجارت ہی کی رہین منت تھی اور آج بھی اسی راہ سے اس پر پنجۂ استبداد گاڑا جارہا ہے۔ عراق وشام پر قبضہ کی تہہ میں یہی اصول کار فرماہے۔ موصل میں چشمے اور دمشق میں کانیں ظاہر ہونے سے پہلے "ماہرین دریافت" کی سیاحانہ تگ و دو کا نتیجہ آخر وہی ہوا جو معاشی دستبرد کی صورت میں ظالم طاقتوں کی جانب سے ہوا کرتا ہے۔ الغرض شرق و غرب اور ایشیاو یورپ کی موجودہ جنگ وپیکار اور ہوسِ ملک گیری، غیر مہذب ممالک کو مہذب بنانے کے لیے وجود پذیر نہیں ہوئی بلکہ تجارتی منڈیوں کے اضافہ اور اپنے معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لیے مظلوموں پر معاشی دستبرد کی خاطر عمل میں لائی جارہی ہے۔"(9)

غریب ممالک کو اقتصادی غلام بنانے کے لئے تجارتی کمپنیوں کے ذریعے کسی ملک پر براہ راست قبضہ کیے بغیر معاشی جکڑ بندیوں کے ذریعے اس کا لہو کشید کیا جاتا ہے۔ سید عظیم اس ہتھکنڈے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ملٹی نیشنل کمپنیوں کی شکل میں ایک نئے سامراجی نو آبادیاتی دور کا آغاز ہوچکا ہے۔ ایک نہیں کئی ایسٹ انڈیا کمپنیوں کے ہاتھوں میں "آزاد تجارت" کی آزادی کا پروانہ ہماری معاشی غلامی اور موت کا پیغام ہے۔"(10)

یورپ اور امریکہ کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے غریب بالخصوص اسلامی ممالک پر مختلف قسم کی تجارتی پابندیاں لگاتے رہتے ہیں۔وہ غریب ممالک کے معاشی استحکام کی بجائے صرف اپنے فائدے کی آزادی چاہتے ہیں۔

3۔عصری اقتصادی غلامی کے اسباب ووجوہات

عالمی سیاست پر نگاہ رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آج کا دور سیاسی نظریات کے تصادم اور دوسروں پر اقتصادی بالادستی حاصل کرنے کا دور ہے اور اب کوئی بڑے سے بڑا ملک بھی چھوٹے سے چھوٹے ملک کو استعماری انداز میں غلام بنا کر رکھ نہیں سکتا۔

عموماً اقتصادی طور پر محکوم ممالک کی پسماندگی عالمی طاقتوں کے مفاد میں ہو جاتی ہے اور یوں وہ اقتصادی لحاظ سے سامراجیوں کے دست نگر بن جاتے ہیں۔ اسلامی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ممالک کی موجودہ اقتصادی غلامی کی بنیادی وجہ سامراج کا معاشی تسلط ہے۔

روزنامہ جنگ کی ایک رپورٹ کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر جسے دنیا کے لئے نیا حکم نامہ کہا جائے گا۔اس کے پس منظر میں ایک طویل منصوبہ بندی شامل ہے جس کے تحت تمام دنیا خصوصا ترقی پذیر، پسماندہ اور تیسری دنیا کے محکوم و مظلوم لوگوں کو ایک نئے سامراجی نظام کے تسلط میں جکڑا جائے گا۔(11)

امریکہ نے ویت نام کی جنگ طویل عرصہ تک لڑی اس سے قبل فرانس اس جنگ میں الجھارہا امریکہ کو کوئی حلیف ممالک کی امداد حاصل تھی لیکن اسے حاصل کیا ہوا۔وہ بری طرح شکست کھا کر ویت نام سے نکلا اور ایک چھوٹی سی قوم اپنی آزادی کی خاطر سالہا سال تک امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے ٹکراتی رہی۔اس سے قبل امریکہ کوریا کی جنگ میں اپنا بے پناہ جانی اور مالی نقصان برداشت کر چکا تھا۔برطانیہ، فرانس اور اسرائیل نے صدر ناصر کو ختم کرنے اور نہر سویز پر قبضہ کرنے کے لئے اعلان کئے بغیر جنگ شروع کی۔مصر کا بے پناہ نقصان ہوا لیکن آخرکار ان تینوں طاقتوں کو مقبوضہ علاقے چھوڑ نے پڑے(ماضی قریب میں افغانستان سے بھی امریکہ اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور ہوا)۔

روس نے کمزور ہمسایہ ملک افغانستان میں بھی فوجیں داخل کیں دس سال تک روس نے افغان مجاہدین کے خلاف ساری قوت استعمال کی لیکن بالآخر وہ افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور ہوگیا۔یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اب کسی ملک پر قوت کے بل بوتے پر قبضہ کرکے اسے غلام بنانے کا زمانہ گزر چکاہے۔دنیا میں اس وقت جہاں جہاں آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں کامیابی ان کا مقدر بن چکی ہے یہی وجہ ہے کہ بھارت کشمیر میں، اسرائیل فلسطین میں اور اسی طرح دنیا میں کئی ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے رہنماؤں سے مفاہمت کے لئے متعلق حکمران ہاتھ پاوں مار رہے ہیں۔نیز کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اب یہ سپر طاقتیں کمزور ممالک پر نظریاتی اور اقتصادی بالادستی قائم کرنے کی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں ان کی کوشش یہ ہے کہ کمزور ممالک کے اقتصادی وسائل پر قبضہ کرکے انہیں اقتصادی طور پر اپنا غلام بنا لیا جائے جو غلامی کی بدترین مثال ہے۔(12)

غریب لوگ اپنی بہتر مستقبل کے لئے روزگار کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں اور یوں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ جاتے ہیں۔غریب ممالک سے تعلق رکھنے والے افراد کو سبز باغ دکھا کر ترقی یافتہ ممالک میں لا کر انہیں غلام بنانے کا سلسلہ پچھلے کئی عشروں سے اپنی انتہاء پر ہے۔یورپی کونسل کے ایک اندازے کے مطابق اس صنعت کا ٹرن اوور 42.5 ارب ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔

سوویت یونین کے انہدام سے مغرب کو چیلنج کرنے والی واحد طاقت فنا ہوگئی ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دنیا بڑی مغربی قوموں کے اہداف، ترجیحات اور مفادات کے تحت ڈھل رہی ہے اور ڈھلے گی جس میں شاید جاپان ان کا ساتھ دے گا۔امریکہ واحد سپرپاور کی حیثیت میں برطانیہ اور فرانس کے ساتھ سیاسی اور سلامتی کے معاملوں پر فیصلے دے رہا ہے، اقتصادی اعتبار سے وہ جاپان اور جرمنی کے ساتھ مل کر فیصلے دے رہا ہے۔

مغربی تہذیب کی دوسری تہذیب یا ملک کی سیاست، معیشت اور سلامتی پر اثر انداز ہونے کے بارے میں مصنف نے خلاصتًا بیان کیا ہے کہ مغربی قومیں:

- ☆ بین الاقوامی بینکنگ سسٹم کی مالک ہیں۔
- ☆ تمام مضبوط کرنسیوں کو کنٹرول کرتی ہیں۔
- ☆ بڑے عالمی خریداروں میں شامل ہیں۔
- ☆ دنیا میں سب سے زیادہ فنشڈ گڈز (تیار اشیاء) فراہم کرتی ہیں۔
- ☆ سرمائے کی بین الاقوامی منڈیوں پر غلبہ رکھتی ہیں۔
- ☆ بہت سے معاشروں میں نمایاں اخلاقی قیادت حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔
- ☆ بڑے پیمانے پر عسکری مداخلت کی اہلیت کی حامل ہیں۔
- ☆ بحری گزرگاہوں پر قابض ہیں۔
- ☆ انتہائی اعلیٰ تحقیق کا اہتمام کرتی ہیں اور اس حوالے سے بے حد ارتقاء پا چکی ہیں۔
- ☆ جدید ٹیکنیکل تعلیم کے شعبے میں رہنما کردار کی حامل ہیں۔
- ☆ خلا تک رسائی پانے کے حوالے سے برتر ہیں۔
- ☆ خلائی جہازوں کو تیار کرنے کی صنعت میں برتر ہیں۔
- ☆ بین الاقوامی ذرائع مواصلات کے حوالے سے برتر ہیں۔
- ☆ ہائی ٹیک ہتھیار بنانے کی صنعت میں برتر ہیں۔(13)

غریب اور پسماندہ ممالک میں خوراک کی کمی لوگوں کی بدحالی استحصالی ممالک کی ظالمانہ پالیسیوں کا شاخسانہ ہیں۔ترقی یافتہ ممالک اپنے اقتصادی مفادات کے تحفظ کے لئے اپنے زیر تسلط علاقوں اور ممالک پر اپنی گرفت مضبوط کے لئے مختلف نوعیت کے ترقیاتی پروگرام تشکیل دیتی رہتی ہیں۔

بڑے ممالک چھوٹے اور غریب ممالک پر اثرانداز ہونے کے لیے تجارتی محاذ کو کیسے استعمال کرتے ہیں،اس حوالے سے ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

''عصر حاضر میں بعض ممالک نے تجارت کو 'بطور ریاستی حکمتِ عملی' (State Diplomacy)استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔اس طرح بڑی ریاستیں چھوٹی ریاستوں کو اشیاء کی فراہمی میں من مانی قیمت، تجارتی پابندیاں(Trade Sanctions)، داخلی سیاست میں دخل اندازی اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

ایک لحاظ سے محکوم بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔"(14)

اپنی پیداوار کی کھپت کے پیش نظر منڈیوں پر قبضہ کے لیے جنگیں کرنا یورپی ممالک کی روایت رہی ہے۔ سید عظیم لکھتے ہیں:

"تمام سامراجی ملک اپنی بڑھتی پیداوار کے لیے منڈیوں کی تلاش میں ایک دوسرے سے لڑنے کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔ اس کی تہہ میں منڈیوں کی اقتصادی کشمکش تھی لہٰذا انسان کی تذلیل کے لیے پہلی عالمی جنگ شروع ہوگئی۔ اس جنگ میں ایک کروڑ سپاہی مارے گئے، دو کروڑ معذور ہوگئے، پچاس لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں، ایک کروڑ بچے یتیم ہوئے اور 380 کھرب ڈالر کی جائیدادیں تباہ ہوئیں۔"(15)

خلاصہ یہ ہے کہ طاقتور اقوام ہمیشہ سے تجارتی آزادی کے ہتھیار کو کمزور اقوام کے استحصال کے لیے استعمال کرتی رہی ہیں، لیکن ہوش مند قوموں نے نہایت دانشمندی سے ان کے اس مکر کا توڑ کیا ہے۔

4۔ IMF کے ذریعہ اسلامی ممالک کی اقتصادی غلامی

IMF اقوام متحدہ کا ذیلی ادارہ ہے، لیکن عملی طور پر شروع ہی سے اس نے امریکی اجارہ داری کی حفاظت کی ہے۔ یہ ادارہ مختلف ممالک کی کرنسیوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کسی نہ کسی طرح "ڈالر" کی قدر مستحکم رہے۔ IMF نے امریکی اجارہ داری اور تسلط کو ساری دنیا میں اقتصادیات کی راہ سے رواج دینے کے حوالے ایک اہم ستون کا کام دیا ہے۔

IMF ترقی پذیر ممالک کے لئے موت کا پروانہ ہے۔ یہ غیر جانبدار مالیاتی ادارہ کی بجائے امریکہ کے اقتصادی نظام کا حصہ ہے۔ امریکہ دراصل تیسری دنیا کی معیشتوں کو کنٹرول کرتا ہے اور جس ملک سے کوئی خطرہ محسوس ہو وہاں IMF کے ذریعے اپنے مفادات کا تحفظ حاصل کرتا ہے۔ ملٹن فرائڈمین (Milton Friedman) جو کہ نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات ہے، نے آئی ایم ایف کے سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام (Structural adjustment program) پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ پروگرام ترقی پذیر ممالک کی معیشتوں کے لیے رحمت کی بجائے زحمت بن کر ابھرا ہے۔ جو لوگ اس پروگرام میں شریک ہیں، انہیں اپنے ملکوں کی معیشتوں کی تباہی و بربادی سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا"(16)

شیریں جامی نے عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیوں پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیوں نے صنعتی اور ترقی یافتہ ممالک کے مفادات کے تحفظ کے لیے غریب ممالک کی معیشتوں کو تباہ کر دیا ہے اور ان ملکوں میں غربت، مہنگائی اور بے روزگاری کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔"(17)

IMF کے ذریعے کس طرح ملکوں کی معیشت کنٹرول کی جاتی ہے اس حوالے سے شیخ محمد سعید ابو زعرور لکھتے ہیں:

"یہ ادارہ ترقی پذیر ممالک کو قرضے فراہم کر کے امداد کرتا ہے، لیکن ساتھ میں ایسی شرائط لگا دیتا ہے، جن سے عوام کی حق تلفی ہو اور ملک ان امریکی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا مرہونِ منت ہو جائے۔"(18)

IMF سے قرضہ وصول کرنے سے پہلے قرض خواہ ممالک کو سٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام (Structural adjustment program) پر آمادگی ظاہر کرنا پڑتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پٹرول، بجلی اور گیس سمیت تمام یوٹیلیٹیز پر بھاری ٹیکس عائد کئے جائیں اور تنخواہوں میں اضافہ نہ کیا جائے۔

5۔ ورلڈ بنک (World Bank) کے ذریعہ اسلامی ممالک کی اقتصادی غلامی

اقوام عالم کی تعمیر و ترقی سے متعلق تیسرا ادارہ جو تشکیل دیا گیا (International Bank for Reconstruction and Development) ہے۔ اسے ورلڈ بنک کہا جاتا ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر امریکہ کے دار الحکومت واشنگٹن میں ہے۔ یہ 27 دسمبر 1945ء کو قائم ہوا اور اس نے 25 جون 1964ء کو باقاعدہ کام شروع کیا۔ ورلڈ بنک گروپ کی درج ذیل پانچ ذیلی شاخیں ہیں:

1۔ بین الاقوامی بنک برائے تعمیر و ترقی (IBRD)
(International Bank for Reconstruction and Development)

2۔ بین الاقوامی مالیاتی شرکت (IFC)
(International Finance Corporation)

3۔ بین الاقوامی انجمن برائے ترقی (IDA)
(International Development Association)

4۔ کثیر الجہتی سرمایہ کاری کی گارنٹی ایجنسی (MIGA)
(Multilateral Investment Guarantee Agency)

5۔ سرمایہ کاری کے تنازعات کے حل کے لئے بین الاقوامی مرکز (ICSID)[19]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

(International Centre for Settlement of Investment Disputes)

ان میں سے آخری دونوں ادارے یعنی MIGA اور ICSID حکومتوں کے علاوہ پرائیویٹ اداروں کو بھی قرضہ اور ضمانتیں مہیا کرتے ہیں۔

عالمی بنک (World Bank) کا اصل مقصد تو ممبر ممالک کو اقتصادی ترقی کے مواقع فراہم کرنا تھا، لیکن عملاً یہ ادارہ بھی IMF کی طرح اقتصادی عالمگیریت یعنی قومی اور ملکی اقتصاد کو عالمی اقتصاد میں تبدیل کرنے پر مامور ہے۔ مولانا یاسر ندیم لکھتے ہیں:

> ”اقتصادی میدان میں امریکہ کی قیادت اور مذکورہ اداروں پر تسلط کا نتیجہ ہے کہ امریکہ اپنی جس پالیسی کو نافذ العمل کرنا چاہتا ہے، بآسانی کر دیتا ہے، یہ ادارے امریکی پالیسی کے نفاذ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جو ممالک یہودی اور امریکی منصوبوں کے سامنے لب کشائی کی ہمت کر بیٹھتے ہیں، اپنی تعمیر و ترقی کے لیے، ان اداروں سے قرض حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، امریکہ کی مکمل اجارہ داری کی وجہ سے، یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ان اداروں کا عالمی سطح پر پالیسی سازی میں کتنا گہرا اثر ہے۔“(20)

6۔اسلامی ممالک کی اقتصادی غلامی سے نجات کا حل

عالمی اقتصادی رجحان کو دیکھتے ہوئے تقریباً تمام طبقہ ہائے فکر کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس وقت کوئی ملک یا خطہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اقتصادی ترقی نہیں کر سکتا۔ ایسے میں مسلم دنیا کا ایک وسیع البنیاد تجارتی اشتراک نہایت ناگزیر ہے۔ عالم اسلام کے تجارتی اشتراک کے حوالے سے چند مسلم ماہرین کی آراء درج ذیل ہیں:

1۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

> ”وحدتِ اُمت کا پاکیزہ درس امت مسلمہ کو اس حقیقت کی تبلیغ کرتا ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ اور ان کے مختلف شہر دراصل ایک ہی وحدت کی کڑیاں ہیں۔ ان کی مختلف پیداواریں اور مصنوعات تمام عالم اسلام کے لیے افادیت کی چیزیں ہیں اور فاضل عاملین پیدائش (Factors of production) اور ذرائع پیداوار ان بلاد اسلامیہ کے درمیان بلا روک ٹوک منتقل ہوتے رہیں اور اس طرح تمام ممالک اسلامیہ کے مکینوں کی ضروریاتِ زندگی بآسانی اور بافراوانی پوری ہوتی رہیں۔“(21)

2۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری مسلم دنیا کے تجارتی اتحاد اور مشترکہ تجارتی منڈی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”آج مسلم ممالک کے مابین معاشی اتحاد ناگزیر ہو چکا ہے، اس کے لیے اسلامی تجارت کے اصولوں سے عملی رہنمائی لی جائے، آپس میں تجارت کو فروغ دیا جائے، مسلم ممالک اپنی مشترکہ تجارتی منڈیاں (Common Trade Markets) قائم کریں۔ اس سے نہ صرف غریب ملکوں کی معاشی حالت بہتر ہوگی بلکہ اسلامی ممالک کا معاشی بلاک بننے کی طرف بھی پیش قدمی ہوگی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے تجارتی ماڈل کو جلد از جلد عملی شکل میں رائج کرکے آگے بڑھایا جائے۔“(22)

3۔ ورلڈ بینک (WB) اور آئی ایم ایف (IMF) جیسے عالمی مالیاتی اداروں سے امداد ان عالمی مالیاتی اداروں کی کڑی شرائط تسلیم کیے بغیر جاری نہیں کی جاتی۔ ان عالمی مالیاتی اداروں کے یہاں تک کردار ڈاکٹر مہاتیر محمد نے لکھا ہے:

> ”اگرچہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے جنگ عظیم دوم کے بعد آزاد تجارتی ممالک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ عالمی اقتصادی بحرانوں پر قابو پانے میں یہ دونوں بین الاقوامی مالیاتی ادارے بری طرح ناکام رہے۔ مئی 1998ء میں آئی ایم ایف کے مطالبات ہی تو انڈونیشیا میں سوہار تو حکومت کے خاتمے کا باعث بنے حتیٰ کہ ہنری کسنجر (Henry Kissinger) نے بھی کہہ دیا کہ آئی ایم ایف کی پالیسوں پر عمل کی وجہ سے انڈونیشیا میں مالی بحران پیدا ہوا جس کے نتیجے میں چینی اقلیت کے خلاف نسلی فسادات کا آغاز ہوا اور نتیجتاً ملک اقتصادی بحران کی لپیٹ میں آ گیا۔ ملک سے 60 بلین ڈالرز کا انخلا ہوا۔ زر کے اس بحران سے معیشت تباہ ہو گئی اور اپریل 1998ء تک سوہارتو حکومت ان دھماکوں کی نذر ہو گئی۔“(23)

مہاتیر محمد ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے استحصالی رویے کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

> ”یہ کوئی راز نہیں ہے کہ ترقی پذیر ممالک کو اقتصادی امداد کے نام پر جو کچھ مغربی ممالک دیتے ہیں اس سے کہیں زیادہ وہاں سے لے جاتے ہیں۔ یہی کام ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کرتے ہیں۔ اس کے بعد امداد دینے والے ملک کی خواہش ہوتی ہے کہ امداد وصول کرنے والا ملک اس کی اطاعت قبول کرے۔ امداد وصول کرنے والے ملک کو اتنا موقع نہیں دیا جاتا کہ وہ کسی قسم کی تنقید یا کوئی تجویز پیش کر سکے۔ ایسی صورتحال میں جب کسی ملک کی تمام تر معاشیات کا انحصار بیرونی امداد پر ہو یہاں تک کہ خوراک بھی ایسی ہی کسی امداد کی مد میں کی جاتی ہو تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ بین الاقوامی سطح پر اپنے تشخص کو برقرار رکھ سکے جس میں اس کی خارجہ اور معاشی پالیسیاں اس کے عوام کی خواہش کے مطابق ہوں۔“(24)

یہ ملائشیا کا نہایت دانشمندانہ فیصلہ تھا کہ انہوں نے آئی ایم ایف کی تجاویز اور پالیسوں کو قبول نہ کیا۔ مہاتیر محمد لکھتے ہیں:

> ”ہمارے خیال میں دوا بیماری سے زیادہ مہلک تھی۔ اور ہم نے بڑی ہٹ دھرمی سے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اگر ہم نے اس کی بات مان لی ہوتی تو آج مزید مسائل سے دوچار ہوتے۔“(25)

آزاد منڈی اور اقتصادی استحکام کے نام پر غریب ملکوں کی طرف سرمائے کا بہاؤ محض ایک فریب ہے۔ اگر ہم مغربی ممالک کی 50 سالہ تجارتی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ

ان کی غلط اور استحصالی پالیسیوں کی وجہ سے غریب ممالک میں غربت کی سطح وہی ہے جو پہلے تھی، بلکہ مزید پستی واقع ہوئی ہے۔ ماہرین اقتصادیات نے عالمی مالیاتی اداروں خصوصاً ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کو اس ساری خرابی کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ عبد الشکور چوہدری لکھتے ہیں:

"ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور قرضے فراہم کرنے والے دوسرے اداروں نے 1980ء میں چند شرائط سے وابستہ ترکیبی مطابقت کا پروگرام (Structural Adjustment Program, SAP) شروع کیا لیکن 20 سال کے دوران یہ ثابت ہو کہ یہ پروگرام بھی سرمایہ دار ملکوں کا پھیلایا ہوا ایک جال ہے۔ اس پروگرام کے تحت غریب ملکوں کو مجبور کیا جاتا کہ اپنے ترقیاتی پروگرام چھوڑ کر پہلے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرضے ادا کریں۔"(26)

کئی مسلم ریاستوں کے حکمران ایسے ہیں جو آج بھی کہتے ہیں کہ:

هَٰٓؤُلَآءِ أَهۡدَىٰ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ سَبِيلًا(27)

" مسلمانوں کی نسبت یہ (کافر) زیادہ سیدھی راہ پر ہیں"

مسلمان حکمران آج بھی مسلم برادری کی بجائے غیر مسلم ممالک کو ترجیح دیتے ہیں۔

ڈاکٹر حسین محی الدین لکھتے ہیں:

"عالم اسلام کے زیادہ تر ممالک غیر رکن ملکوں سے کھانے کی اشیا درآمد کرتے ہیں جب کہ وہ دیگر رکن ممالک کے پاس وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً پاکستان سے چاول، ملائیشیا سے خوردنی تیل، ترکی اور شام سے دالیں درآمد ہونا چاہیں مگر ایسا نہیں ہو رہا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض ممالک وسیع زرعی معیشت کے حامل ہونے کے باوجود اشیائے خورد ونوش اور زرعی خام مال غیر رکن ممالک سے درآمد کرتے ہیں۔"(28)

مسلم دنیا کی بجائے یورپ اور امریکہ کو ترجیح دینے کی وجہ سے عرب دنیا کے سرمائے سے فائدہ مغربی ممالک اٹھا رہے ہیں۔ اس حوالے سے یاسر ندیم لکھتے ہیں:

"عالم عرب میں پٹرول کے میدان سے تعلق رکھنے والی تمام کمپنیاں مغربی ہیں، جو پٹرول نکالنے سے لے کر اس کی صفائی کرنے، کارآمد بنانے اور اس کو فروخت کرنے تک، تمام مراحل طے کرتی ہیں، جس کے لیے وہ عرب حکومتوں سے بھاری معاوضہ وصول کرتی ہیں، یہی دولت مغربی ممالک پہنچتی ہے۔"(29)

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم دنیا میں تجارتی اشتراک ہو اور نفع بھی مسلمان ممالک کو ملے اس حوالے سے چند تجاویز درج ذیل ہیں:

1۔ تجارتی فروغ کے لیے سرمایہ کی فراہمی اور مالیاتی اداروں کا قیام نہایت اہم ہے، درج ذیل ارشاد نبوی a سے لگایا جاسکتا ہے:

إِذَا كَانَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ لا بُدَّ لِلنَّاسِ فِيهَا مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ يُقِيمُ الرَّجُلُ بِهَا دِينَهُ وَدُنْيَاهُ.(30)

"آخر زمانہ میں ہر انسان کے لیے مال و دولت اتنا ناگزیر ہو جائے گا کہ ایک انسان کے دین و دنیا کی بقا کا انحصار بھی درہم و دینار پر ہو گا۔"

اس وقت عالم اسلام میں بین الاقوامی سطح کا کوئی بڑا مالیاتی ادارہ موجود نہیں ہے۔ یورپ اور امریکہ کی معاشی جارحیت سے بچنے کے لیے مسلم دنیا کو اپنے عالمی مالیاتی ادارے قائم کرنا چاہییں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

"عالم اسلام کو چاہیے کہ مسلمان ممالک پر مشتمل مسلم اکنامک کمیونٹی (Muslim Economic Community) کی تشکیل کریں اور امریکہ اور مغربی طاقتوں کی اجارہ داریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ جس طرح یورپ EEC کے پلیٹ فارم پر متحدہ یورپ کی شکل میں تیزی سے اقتصادی اصلاحات کر رہا ہے اور امریکہ، کینیڈا اور میکسیکو مل کر NAFAT کے ذریعے اقتصادی اصلاحات کر رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمان ممالک کو بھی علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے ٹریڈ اور ٹیرف کے قوانین بنانے چاہیں تاکہ مسلمان اپنے وسائل بڑی طاقتوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھ سکیں۔"(31)

2۔ کسی بھی اسلامی ریاست کے معاشی ڈھانچے کو عصری تقاضوں کے مطابق استوار کرنے کے لیے جدید مالیاتی اداروں کا قیام ناگزیر ہے۔ اسلامی دنیا کے تجارتی و معاشی اُمور میں سہولت کے لیے 1975ء میں سعودی عرب میں ایک بنک قائم کیا گیا جسے اسلامی ترقیاتی بنک (Islamic Development Bank) کہتے ہیں۔ اسے 'ورلڈ اسلامی بنک' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ مگر عالمی بینک کے سامنے اِس کی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ عالم اسلام کو چاہیے کہ بین الاقوامی تجارت کے فروغ کے لیے عالمی تجارتی ضرورتوں کے مطابق عالمی مالیاتی ادارے فعال کرے۔ اسلامی ممالک اقتصادی غلامی اور معاشی بحران سے نکلنے کے لیے بخاری شریف میں اشعری قبیلے کے بارے میں مروی درج ذیل حدیث مبارکہ میں پوشیدہ سبق پر عمل کر سکتے ہیں:

جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ(32)

"ان اشعری لوگوں کے پاس جو کچھ ہوتا اسے ایک کپڑے میں جمع کرتے اور پھر ایک برتن کے ساتھ آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔"

اس میں سبق یہ ہے کہ اسلامی ممالک کو عالمی مالیاتی اداروں کے معاشی استحصال سے بچنے کے لیے اپنا ایک فعال مشترکہ بنک قائم کریں۔ مسلم دنیا کے الگ مشترکہ بنک کی ضرورت واہمیت پر زور دیتے ہوئے عبد الشکور چوہدری لکھتے ہیں:

"اب عالم اسلام کو اپنا ایک مشترکہ بنک بنانا چاہیے جو بین الاقوامی معیار کا ہو۔ تمام مسلمان ممالک خاص طور پر عالم عرب اس اسلامی بنک میں اپنا پیسہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

جمع کروائیں اور پھر وہاں سے دوسرے ترقی پذیر اسلامی ممالک کو قرضے دیئے جائیں"(33)

عالمی تجارتی امور نبٹانے کے لیے بنک کتنا اہم ہے، اس حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

"عالمی سطح پر جو تجارتی اور اقتصادی سرگرمیاں ہیں مثلاً درآمد اور برآمد کا نظام ہے، مختلف ممالک کے آپس میں معاشی روابط ہیں، تجارتی لین دین ہے، ان سب کے لیے ضروری ہے کہ ایک ایسا ادارہ (بنک) موجود ہو جو اس پورے عمل میں رابطے کا فریضہ انجام دے۔"(34)

3۔ مسلم ممالک کو اقتصادی غلامی سے نجات کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ مشترکہ کرنسی کی طرف پیش رفت کریں۔ اس کے لئے OIC کی سطح پر پورے عالم اسلام کی مشترکہ کرنسی کی تجویز کو زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔

عالم اسلام کے معاشی بحران پر نظر رکھنے والے ماہرین کے ہاں بھی اقتصادی غلامی سے نجات کے لئے مشترکہ کرنسی ناگزیر ہے۔

اسی لیے عبدالشکور چوہدری لکھتے ہیں:

"عالم اسلام کی ایک مشترکہ کرنسی ہونی چاہیے اور مسلمان ممالک آپس میں اس کرنسی کے ذریعے تجارت کریں۔"(35)

4۔ ترقی یافتہ ممالک کی طرح صنعت و تجارت اور سرمایہ کاری کے معاملات نبٹانے اور اسے مزید ترقی دینے کے لیے مسلم ممالک کے ہاں بھی ایک مشترکہ ایوانِ صنعت و تجارت قائم ہونا چاہیے۔ اس کے ذریعے جس مسلمان ملک کا صنعتی زون کمزور ہو اس کی مدد کریں اور جس کو تجارتی میدان میں تعاون درکار ہو اسے بھرپور سہارا دیں تاکہ اس مشترکہ ایوان سے مسلم دنیا کو صنعت و تجارت میں استحکام نصیب ہو۔ اسی طرح اس پلیٹ فارم سے

5۔ مسلم دنیا انفارمیشن ٹیکنالوجی (IT) پر توجہ دے۔ جدید تعلیمی ادارے، نیوز ایجنسی اور مشترکہ ٹی وی چینل قائم کرے تاکہ علمی و سائنسی تحقیقات کا بروقت تبادلہ کیا جاسکے۔

اس حوالے سے عبدالشکور چوہدری یوں رقم طراز ہیں:

"اسلامی ممالک کی تنظیم کے زیر انتظام نیوز چینل، بین الاقوامی سطح کے ٹی وی اور ریڈیو اسٹیشن قائم کئے جائیں۔ جو بی بی سی (British Broadcasting Corporation-BBC)، وائس آف امریکہ اور CNN(Cable News Network) کے معیار کے ہوں۔ بین الاقوامی سطح کے اخبار اور نیوز پیپرز نکالے جائیں۔ ایک ریسرچ اور ٹرانسلیشن بیورو (research and translation bureau) قائم کیا جائے جو ہمہ وقت پوری دنیا میں ہونے والی معاشی و اقتصادی تحقیقات اور ترقی سے باخبر رہے"(36)

6۔ عصر حاضر میں مقامی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی مصنوعات کی مانگ بڑھانے کے لیے مناسب تشہیر اور نمائشوں کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ صنعتی نمائش تجارت اور کاروبار کے فروغ میں اہم مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

عبدالشکور چوہدری اس ناگزیر اور عصری ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"باہمی تجارت کو فروغ دینے کیلیے ضروری ہے کہ ممبر ممالک اپنی مصنوعات اور Products کی مناسب انداز میں تشہیر کریں۔ اس سلسلے میں بونڈڈ ویئرہاؤسز (Bounded Warehouses) اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ مسلمان ممالک کو اپنے ہاں ڈسپلے سنٹر قائم کرنے چاہییں جس کے ذریعے دوسرے ممالک کی پروڈکٹس کے بارہ میں بھی خاطر خواہ آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو مغرب اور خاص طور پر جرمنی کی طرح اپنے ممالک میں بین الاقوامی سطح کی نمائشوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔"(37)

مسلم ممالک کو اقتصادی غلامی سے نجات کے لیے باہمی تعاون اور عملی منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ وہ ہمیشہ مغرب اور امریکہ زیر تسلط رہیں گے اور کبھی بھی اقتصادی غلامی سے باہر نہیں نکلیں گے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب تک مسلم دنیا کی عوام اپنی تیار کردہ مصنوعات پر انحصار نہیں کریں گے اس وقت تک تجارتی اشتراک کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی(1914-1999ء) مسلم دنیا کی بے حسی اور مغرب کی تاجرانہ ذہنیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب تک عالم اسلامی علم و سیاست اور صنعت و تجارت میں مغرب کا محتاج رہے گا، مغرب اس کا خون چوستا رہے گا، اسی کی زمین کا آبِ حیات نکالے گا۔ جب تک عالم اسلام مغرب سے سامان تجارت و صنعت منگوائے گا اس وقت تک وہ مغرب سے مقابلہ کرنا تو درکنار اس سے آنکھیں بھی نہیں ملا سکتا۔"(38)

عرب دنیا کو عالم اسلام کی مصنوعات استعمال کرنے کی تلقین کرتے ہوئے سید ابوالحسن ندوی تحریر کرتے ہیں:

"عالم اسلامی کی طرح عالم عربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ انہیں چیزوں کا استعمال کریں جو ان کی زمین کی پیداوار اور ان کی صنعت و محنت کا نتیجہ ہوں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں وہ مغرب سے مستغنی ہوں۔ اپنی تمام ضروریات، مصنوعات، غذا، لباس، ہتھیار، مشینیں، آلاتِ حرب کسی چیز میں بھی وہ غیر کے دست نگر اور مغرب کے نمک خوار نہ ہوں۔"(39)

مقامی مصنوعات پر انحصار سے ہی مسلم ممالک غیروں کی اقتصادی غلامی سے آزاد ہو سکتے ہیں، اس کے لئے ضروری امر یہ ہے کہ عالم اسلام اپنی مصنوعات کو دیگر ممالک کی مصنوعات پر ترجیح دیں تاکہ ان مصنوعات کا استعمال باعث فخر ہو۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

خلاصہ بحث:

اسلام کا معاشی نظام اقوام عالم کے مابین معاشی تعلقات استوار کرنے کا داعی ہے۔جب کہ بین الاقوامی تجارت اس کا عملی اظہار ہے۔اسلام نے انسان کے فقر وفاقہ اور معاشی زبوں حالی کے حل کا نہایت متوازن اور معتدل نقشہ پیش کیا ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام عدل، معاشری توازن اور فلاح و بہبود عامہ کے اسلامی مقاصد پر مبنی ہے۔اسلام اعتدال پسند دین ہے وہ نہ تو مغربی ممالک کی جیسی سرمایہ داری کا حامی ہے نہ اشتمالیت و اشتراکیت کا حامی۔ اسلام جائز طریقوں سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی ترغیب تو دیتا ہے لیکن اس دولت کو کسی محدود طبقہ میں جمع نہیں رکھتا۔نیز فرد کی ذاتی ملکیت کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن اجتماعی مفاد کو نظر انداز نہیں کرتا۔(40)

اسلام کے عطا کردہ اقتصادی اور معاشی حقوق کا مقصود معاشرے کے محروم المعیشت افراد کو بھی ایسے مواقع فراہم کرنا ہے کہ وہ حقیقی معنی میں ایک فلاحی معاشرے کے شہری کے طور پر زندگی گزار سکیں۔بقول ڈاکٹر طاہر القادری: ہر شخص اپنے جملہ اموال و ذرائع کا قبضہ و تصرف اپنے پاس ہی رکھے، لیکن ایک مخصوص حد تک دوسروں کو ان اموال کے منافع اور مفادات میں اس طرح شریک کرے کہ اس کے حطیہ کفالت میں رہنے والے کسی شخص پر بھی معاشی تعطل باقی نہ رہے اور ہر ایک کی تخلیقی جدوجہد کی بحالی کی ضمانت میسر آجائے۔اس انداز کی نفع بخشی کو صرف اخلاق قوت سے ہی نہیں بلکہ قانون کی قوت نافذہ کے ذریعے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔حیطہ کفالت کے اندر حق انتفاع پر مقدم و موخر کون ہے اس کے لیے ترجیحات مقرر ہیں۔اس لیے کوئی الجھن یا التباس پیدا نہیں ہوسکتا۔(41)

افراد معاشرہ کے دل و دماغ سے خوف افلاس کو رفع کرکے معاشی تعطل اور غیر فطری اقتصادی تفاوت کے خاتمے کا ایسا موثر نظام وضع کیا جائے کہ ہر شخص کی تخلیقی جدوجہد بحال ہوسکے۔

قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾(42)

اور تمام مال داروں کے احوال و ذرائع میں سوا کرنے والوں اور ضرور تمندوں کا حق ہے۔

عالمی اقتصادی غلامی سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلم دنیا، خاص کر وسطی ایشیا (centrel asia) کے اسلامی ممالک اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے علاقائی تنظیموں کو مضبوط بنائیں تاکہ گلوبلائزیشن کا عفریت انہیں نگل نہ جائے۔

مسلم دنیا کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی جغرافیائی حدبندیوں اور فاصلوں کے باوجود تجارتی اشتراک پر سنجیدگی سے غور کریں۔ مسلم ممالک اقتصادی غلامی سے آزادی کے لئے OIC اہم کردار ادا کرسکتا ہے اگر عالم اسلام کے تمام ممالک کو اس کے فیصلوں کا پابند بنایا جائے۔یہ ادارہ مسلسل مسلم ممالک کی معاشی و اقتصادی راہنمائی کرے۔اس مقصد کے لیے اقتصادی امور کے ماہرین اور تجربہ کار دانشوروں کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

حوالہ جات:

(1) ترمذی، السنن، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجار، ج3، ص515، رقم:1210۔

(2) أیضاً، ۴: ۱۱۸-۱۱۹۔

(3) فیروز احمد، ڈاکٹر، پاکستان غلامی کے پچاس سال، لاہور: المطبۃ العربیہ، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۸۔۱۹۔

(4) سید عظیم، ملٹی نیشنل کمپنیاں، مقالہ: ڈاکٹر مبشر حسن، ص11۔

(5) جمیل عمر، سامراج ایک تاریخی جائزہ، ص ۶۔

(6) أیضاً، ص: ۱۲۹۔

(7) سید عظیم، تجارتی لوٹ مار کی تاریخ اور نام نہاد آزاد منڈی کی معیشت، ص276۔

(8) الشریعہ (ماہنامہ)، زاہد الراشدی، مولانا، دوڑ زمانہ چال قیامت کی چل گیا، گوجرانوالہ، پاکستان: ستمبر 2001ء۔

(9) سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، ص243۔

(10) سید عظیم، ملٹی نیشنل کمپنیاں، ص21۔

(11) ا۔روزنامہ پاکستان، لاہور، ۲۹، اکتوبر ۱۹۹۱ء۔

۲۔طارق وحید بٹ، نیو ورلڈ آرڈر اسلام اور پاکستان، لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۹۸ء، ص: ۳۵۔

(12) طارق وحید بٹ، نیو ورلڈ آرڈر اسلام اور پاکستان، لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۹۸ء، ص: ۲۳۔۲۴۔

(13) Samuel P. Huntington, The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order,p: 82,83.

(14) طاہر القادری، ڈاکٹر، اقتصادیات اسلام، لاہور، پاکستان: منہاج القرآن پبلی کیشنز، 2007ء، ص648۔

(15) سید عظیم، تجارتی لوٹ مار کی تاریخ اور نام نہاد آزاد منڈی کی معیشت، ص443۔

(16) Structural adjustment program, Written by Milton Friedman *Retrieved Nov 09, 2019, from https://www.punjnud.com/ViewPage.aspx?*

(17) شیریں جامی، جنگ سنڈے میگزین، 10 جولائی 2005ء، ص11۔

(18) ابوزعرور، محمد سعید بن سھو، العولمة: ماھیتھا، نشأتھا، أھدافھا- عمان، الأردن: دار البیارق، 2001ء، ص62-

(19) Objectives and Functions of World Bank, *Retrieved Nov 09, 2019, 02:22pm from https://www.jagranjosh.com/general-knowledge/international-bank-for-reconstruction-and-development*

(20) یاسر ندیم، مولانا، گلوبلائزیشن اور اسلام، کراچی، پاکستان: دار الاشاعت، 2004ء، ص216-217۔

(21) غفاری، اسلام کا قانون تجارت، ص192۔

(22) قادری، حسین محی الدین، ڈاکٹر، اسلامی نظام تجارت تاریخ کے آئینے میں، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 29 اگست 2011ء۔

(23) مہاتیر محمد، ایشیا کا مقدمہ (عالمی معیشتوں کا تصادم اور ابھرتا ایشیا)، مترجم: نعیم قادر، جمہوری پبلی کیشنز، 2002ء، ص105۔

(24) ایضاً، ص106-

(25) مہاتیر محمد، ایشیا کا مقدمہ، ص:106۔

(26) عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل (مقالہ پی ایچ ڈی)، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد، 2007ء، ص338۔

(27) النساء، 4: 51-

(28) قادری، حسین محی الدین، ڈاکٹر، مسلم ممالک کے مابین معاشی تعاون کی ناگزیریت، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 12 ستمبر 2011ء۔

(29) یاسر ندیم، گلوبلائزیشن اور اسلام، (تقریظ از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی)، ص195۔

(30) طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد الشامی (۲۶۰-۳۶۰ھ)، المعجم الکبیر، الموصل، عراق: مکتبة الزہراء، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء، ج20، ص279۔

(31) طاہر القادری، نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام، ص64-65۔

(32) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام والنھد والعروض، ج2، ص880، رقم:2354-

(33) عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل، ص342۔

(34) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، ص365۔

(35) عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل، ص342۔

(36) عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل، ص435۔

(37) عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل، ص429۔

(38) ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص350۔

(39) ایضاً، ص362۔

(40) شاہد حسین رزاقی، تاریخ جمہوریت، ص ۱۶۵۔۱۶۶۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

(41) محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، منہاج الافکار، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۳۵۱۔۳۵۴۔

(42) الذاریات، ۵۱: ۱۹۔